مفہومِ قرآن بدلنے کی وارداتیں

حصہ پنجم

افادات

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

پی ایچ ڈی بغداد یونیورسٹی

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکسن بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

0333-8173630

S1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

(حصہ پنجم)

افادات

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

(فاضل جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف۔ فاضل بغداد یونیورسٹی)

0333-8173630

ناشر: اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ ایکس بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

نام کتاب .... مفہوم قرآن بدلنے کی واردات (حصہ پنجم)
افادات .... علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
تاریخ اشاعت اول .... جون ۲۰۰۵ء
مرتبہ: .... محمد نعیم اللہ خاں قادری
کمپوزنگ .... رضوی کمپوزنگ سنٹر مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ
صفحات ۴۸
تعداد .... گیارہ سو
ہدیہ 20روپے
ناشر .... اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ
باہتمام .... شیخ محمد سرور اویسی 0333-8173630

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر اسلام

مومن پورہ داروغہ والا لاہور

مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

(قسط نمبر ۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِنَا نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ۔
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ
مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ
یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمٖ

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ واتم برھانہٗ واعظم شانہٗ کی حمد وثناء اور حضور سرور کائنات ٗفخر موجودات ٗ زینت بزم کائنات ٗ دستگیر جہاں، غمگسار زماں، سید سروراں ، حامیٔ بیکساں ، قائد المرسلین ، رحمۃ للعالمین ، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے دربارِ گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا کروڑوں مرتبہ شکر ہے کہ اس نے ہمیں صحت وعافیت کے ساتھ رمضان المبارک کے عشرہ رحمت میں بندگی کی توفیق بخشی اور آج ہم اس کے فضل وکرم سے عشرۂ مغفرت میں پہنچ چکے ہیں۔ میری دعا ہے کہ خالق کائنات جل جلالہٗ مغفرت کے اس ماحول میں ہم سب کو مغفرت عطا فرمائے۔ (آمین)

محتشم سامعین حضرات! آج ہمارے خطبہ جُمعہ کا موضوع ہے۔

''مفہوم قرآن بدلنے کی واردات''

اس سے قبل اس موضوع کی چار قسطیں پیش کی جا چکی ہیں۔ جن میں سے دو کتابی شکل میں بھی آ چکی ہیں۔ یہ اس سلسلے کی پانچویں قسط ہے۔ موجودہ حالات میں قرآن فہمی کے لحاظ سے یہ تقاریر نہایت اہم ہیں۔

یقیناً آپ کے ذہنوں میں پہلی تقاریر کا خاکہ موجود ہو گا۔ ایک ہے قرآن مجید برہانِ رشید کے الفاظ کا ترجمہ غلط کرنا اور دوسرا ہے ترجمہ صحیح کر کے مفہوم غلط نکالنا۔ اگرچہ ان لوگوں کی ترجمہ کی غلطیوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے لیکن اس سے مفہوم غلط نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کلام کا رُخ تبدیل کرتے ہیں، کلام کے

مخاطب میں تبدیلی لاتے ہیں۔ پہلی تقاریر میں بھی کافی مثالیں پیش کی گئی تھیں اور آج کی تقریر میں بھی چند مزید آیات سے ان کی واردات کو ظاہر کیا جائے گا۔

قرآنِ مجید برہانِ رشید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین طبقات کا ذکر جس انداز میں کیا ہے آج کچھ لوگ قرآنِ مجید پڑھ کران تینوں طبقات کے درجات قرآن مجید میں جس حیثیت سے موجود ہیں، اس کے برعکس لوگوں کو ان کا غیر تحقیقی تعارف کرواتے ہیں۔ایک طبقہ مومنین کا، دوسرا مومنین میں سے اولیاء کرام کا اور تیسرا انبیاء و رسل علیہم السلام کا گروہ ہے۔جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانیت میں سب سے زیادہ شرافتیں اور عظمتیں عطا فرمائیں۔

قرآنِ مجید برہانِ رشید کی آیات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آثار اور پوری اُمت مسلمہ کے اسلاف کے اقوال ان شخصیات کا وہ تعارف پیش نہیں کرتے جس طرح کہ ایک مخصوص گروہ اپنے افکار اور آراء کا اظہار کرتا ہے اور دن بدن مزید سختی آتی جارہی ہے۔ان لوگوں میں کسی قسم کی کوئی شرم وحیاء باقی نہیں رہی کہ سوچیں کہ ہم کن نفوس کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ اتنے بھاری الزامات اور گندی گالیاں ان شخصیات کو دی جاتی ہیں۔

صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ معاذ اللہ مشرکین مکہ سے زیادہ شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر ہمارے لئے نہایت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم پوری طرح فہم قرآن حاصل کرتے ہوئے خود بھی محفوظ رہے اور اپنے بھائیوں کو بھی اس واردات اور حملے سے محفوظ رکھیں جو کہ قرآن مجید کی آڑ میں مسلمانوں پر کیا جارہا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! قرآن مجید کی آیات کے مفہوم میں واردات کرنے والوں کے لٹریچر میں جو پاکستان میں اور حجازِ مقدس میں حج کے موقع پر تقسیم کیا جاتا ہے، آپ کو مومنین کے لحاظ سے یہ آیت ملے گی۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (پ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶)

"اوران میں سے اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے"۔

اس آیت کا ترجمہ تھوڑے سے مترادف الفاظ کے ساتھ ہر ایک نے یہی کیا ہے لیکن جو مفہوم وہ اس سے اخذ کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی رضا کے بالکل برعکس ہے۔ یعنی قرآن مجید نے جن لوگوں کے بارے میں یہ بات کہی ہے وہ لوگ جو مومنین کو مشرک بنانے کے عادی ہیں وہ اس آیت کو ان لوگوں سے ہٹا کر یا ساتھ شامل کر کے مومنین پر بھی چسپاں کر رہے ہیں۔ مومنین کو بھی انہیں میں شامل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ہرگز ہرگز اس مقام پر مومنین کو اپنے خطاب کا حصہ نہیں بتایا لیکن مفہوم قرآن پر واردات کرنے والے اس آیت کو اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دو تین صدیوں کو چھوڑ کے باقی سارے مومنین پر منطبق کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں ان کے علاوہ اُمت مسلمہ کے جتنے افراد بھی ہوئے ہیں ان کا ایمان شرک کے ساتھ ملا ہوا تھا اور ملا ہوا ہے۔ لہٰذا ان کی نماز، روزوں، حج، زکوٰۃ دینے اور جتنے بھی وہ اسلامی شعار سرانجام دیتے ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بے فائدہ ہیں۔ اس لئے کہ جو ایمان شرک کے ساتھ ملا ہوا اس ایمان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (پ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶)

"اوران میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں"۔

ایمان لاتے ہیں اور ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔لٰہذا ان کے ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ آیت پڑھ کے وہ اسے اہلسنّت و جماعت کے عقائد پر منطبق کرتے ہیں۔اہلسنّت و جماعت کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس پر حاضری دینا۔ آپ پر بصیغہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ'' درودوسلام پڑھنا، اولیاء اللہ کے مزارات پر جانا، یہ اور اس طرح کے سارے کام اور عقائد جو کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہیں۔ان کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور اوپر سے یہ آیت پڑھتے ہیں۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۔ (پ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۱۰۶)

''ان کی نماز کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ یہ داتا صاحب بھی جاتے ہیں''۔

ان کے حج کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ یہ درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حاضری دیتے ہیں۔

ان کے سارے اعمال اکارت ہیں کیونکہ یہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں۔

ان لوگوں کے ایمان کا جو بھی پاکیزہ منظر نظر آتا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے کہ یہ شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ان کا ایمان شرک کی نظر ہو چکا ہے۔

آخر میں اپنی بات کو فاتحانہ انداز میں اس آیت پر ختم کرتے ہیں۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ ۔

اب آیئے دیکھیں کہ اس آیت کا حقیقی مطلب کیا ہے؟ اس آیت میں خالق کائنات جل جلالہٗ نے مشرکین مکہ کی ایک پالیسی کا ردّ فرمایا ہے۔ جب مشرکین مکہ سے کوئی بندہ یہ سوال کرتا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ عرش کس نے

بنایا؟ فرش کس نے بنایا؟ تو اس کے جواب میں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہٗ کا نام لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (پ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶)

اس ایمان سے وہ ایمان مراد نہیں جو اللہ کی توحید پر ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہو، ملائکہ پر ہو، اللہ تعالیٰ کی نازل فرمائی ہوئی کتابوں پر ہو، انبیاء کرام علیہم السلام پر ہو، آخرت کے دن پر ہو، اس ایمان کو یہاں پر شرک کے ساتھ نہیں ملایا گیا۔ یہ اس جزوی ایمان کی بات ہے جو وہ سچ بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے پوچھا جاتا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنایا تو ضرور کہیں گے اللہ نے

یہ ان کے اس ایمان کا ذکر کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا فرمایا؟ تو اس کے جواب میں وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارے فلاں بُت نے پیدا کیا ہے بلکہ اس کا جواب یہی دیتے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ کتنے ظالم ہیں کہ میرے زمین و آسمان کے خالق ہونے پر ایمان لاتے ہیں اس کے باوجود میری توحید کے قائل نہیں، سجدے بتوں کو کرتے ہیں۔ میں ان کے اس ماننے کا کوئی لحاظ نہیں کروں گا۔ یہ ماننا نہ ماننے کی طرح ہے کہ عبادت اوروں کی کرتے ہیں۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔

یہاں پر اللہ، اس کے انبیاء علیہم السلام، آسمانی کتابوں، ملائکہ، روز آخرت

پر ایمان رکھنے والوں کی بات نہیں ہو رہی ۔ یہاں پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنے والوں کی بات نہیں ہو رہی ۔ ان پر ایمان ہوتے ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در پاک پر حاضر ہونے والوں، بصیغۂ خطاب درود وسلام پڑھنے والوں، داتا صاحب اور دوسرے درباروں پر حاضر ہونے والوں کا تذکرہ نہیں ہو رہا۔

خالق کائنات فرما رہا ہے کہ یہ لوگ جو یہ مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک میں ہوں، میں ہی رب عرش العظیم ہوں، میں ہی بارش برساتا ہوں، ان کے اس ایمان کی کوئی حیثیت نہیں، اس کا ان کو کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا کیونکہ یہ معبود بتوں کو سمجھتے ہیں ۔ یہ اللہ کے ساتھ ساتھ بتوں کو بھی معبود مانتے ہیں ۔ ان کی عبادت کرتے ہیں ۔ یہ ان معبودوں سے بھی اللہ جیسا معاملہ رکھتے ہیں ۔ لہٰذا یہ شرک کر رہے ہیں۔

کتنی واضح بات تھی اور مفہوم پر واردات کرنے والوں نے معاملہ کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ خالق کائنات جل جلالہٗ نے بار بار قرآن مجید میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

سورہ المومنون پ ۱۸، آیت ۸۴ تا ۸۷ میں ہے:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝

تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو، اب کہیں گے کہ اللہ کا، تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے ۔ تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا ۔ اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے، تم فرماؤ پھر

کیوں نہیں ڈرتے۔

خالق کائنات فرماتا ہے کہ یہ مانتے ہوئے بھی سجدے بتوں کو کرتے ہو۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔

(پ ۱۳، سورۂ یوسف، آیت ۱۰۶)

لہٰذا تمہارا اس طرح کا ایمان ہرگز ہرگز معتبر نہیں۔

اس آیت کا ماقبل دیکھئے!

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○

"اور کتنی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور ان سے بےخبر رہتے ہیں"۔

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ۔ یہ ان کے پاس سے گزرتے ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں۔ ہر ہر ذرّے میں خالق کائنات جل جلالہٗ کی توحید کا پیغام لکھا ہے۔ پھول کے ماتھے پر بھی توحید کا پیغام لکھا ہے، شبنم کے اندر بھی توحید کا پیغام لکھا ہے، چلتی ہوائیں بھی توحید کا سبق دیتی ہیں، لہریں اور فضائیں بھی توحید کا نغمہ سناتی ہیں، یہ ان آیات کو دیکھتے ہیں پھر بھی اعراض کرتے ہیں اور ان کو توحید کی سمجھ نہیں آتی۔

اے محبوب! جب یہ توحید سے اعراض کر رہے ہیں تو جو کچھ یہ پہلے کہہ رہے تھے کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ ہے۔ عرش عظیم کا مالک اللہ ہے۔ تو ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ یہ پکے مشرک ہیں۔

يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ۔ اللہ انہیں لوگوں کے بارے میں فرما رہا ہے کہ یہ گزرتے ہیں اور اعراض کرتے ہیں۔

یہ مُعۡرِضُوۡنَ ہیں' یہ اعراض کرنے والے ہیں۔

جو اعراض کرنے والے ہیں انہیں مومن کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

اس آیت یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ میں جن لوگوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ آگے والی آیت میں انہیں لوگوں کے ایمان کا ذکر آ رہا ہے۔ وہ ایمان چند چیزوں کے بارے میں ہے۔ یہاں اس ایمان کا ذکر نہیں جو مومن کا ایمان ہوتا ہے کیونکہ مومن کو اعراض کرنے والا نہیں کہا جاتا۔ قرآنِ مجید فرقان حمید میں آیت کا ماقبل بھی اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ یہاں ان لوگوں کے جزوی ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ جو اعراض کرنے والے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین سے، توحید سے، رسولوں سے، شریعت سے اعراض کرتے ہیں۔ وہ نہ توحید کو مانتے ہیں نہ رسولوں کو۔ وہ نہ آسمانی کتابوں کو مانتے ہیں نہ ملائکہ کو۔ وہ نہ بعث بعد الموت کو مانتے ہیں نہ روزِ آخرت کو۔ وہ صرف خالق کائنات جل جلالہٗ کو زمین و آسمان کا خالق مانتے ہیں اور اسی طرح کی چند چیزوں کو مان رہے ہیں۔ خالق کائنات فرماتا ہے کہ یہ ماننے والے نہیں بلکہ اعراض کرنے والے ہیں اور انہی لوگوں کو میں مشرک قرار دیتا ہوں۔

محتشم سامعین حضرات! یہ آیت اور اسی طرح کی دیگر آیات کو پیش نظر رکھیں تو پتہ چلے گا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے کس ایمان کا ذکر کیا ہے۔ حاشا وکلا، سو فیصد یقین کے ساتھ کہتا ہوں یہ آیت ابو جہل' عتبہ' شیبہ' ایسے لوگوں کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔ اس آیت کا تعلق ہر گز کسی مومن سے نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مطہرہ صدیوں سے جس عقیدے پر آ رہی ہے یہ وہی عقیدہ ہے جو آپ نے صفہ بیٹھ کے تقسیم کیا۔

مثال نمبر۲: ایک اور آیت بڑی کثرت سے مفہوم قرآن پر واردات کرنے والے پڑھتے اور چسپاں کرتے ہیں۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا (پ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۶)

جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے

قیامت کے دن پیشوا اپنے پیروکاروں سے برأت کا اظہار کریں گے۔

پیشوا لوگ اپنے پیروکاروں سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے کہیں گے یا اللہ عزوجل! ہم نے انہیں نہیں کہا تھا کہ ہماری بات مانو' یہ خود بخود ہمارے پیچھے چل رہے تھے اور پیروکار کہیں گے یا اللہ! ہمیں ایک بار دنیا میں بھیج دے پھر دیکھیں کہ ہم کس طرح ان کے پیچھے جاتے ہیں ہم وہاں ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

یہ جو حشر کا مکالمہ ہے اس آیت کو مخالف کیمپ کثرت سے تلاوت کرتا ہے اور اس سے غلط مفہوم نکال کے مفہوم قرآن پر واردات کرتے ہیں۔

یہ آیت مشرکین کے بارے میں ہے۔ ابوجہل مشرکین مکہ کا سردار ہے۔ اس کے ماننے والے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی طرف نہیں آتے۔ خالق کائنات نے فرمایا کہ ان کی یہ محبت' سنگت عارضی ہے' کچھ وقت کیلئے ہے۔ جب حشر کی آندھی چلے گی تو یہ ساری سنگتیں ٹوٹ جائیں گی' یہ تانے بانے تار عنکبوت کی طرح ختم ہو جائیں گے۔ آپس میں آج ان کا گہرا تعلق ہے لیکن حشر کے دن یہ ایک دوسرے کو گالیاں دیں گے۔ ابوجہل اور اس جیسے دوسرے سردار اپنے ماننے والوں کو کہیں گے کہ ہم نے کب انہیں مجبور کیا تھا کہ ہماری پیروی کرو' بت پرستی کرو۔ ماننے والے کہیں گے کہ یہ ہمیں مجبور کرتے تھے۔

ایسے لوگوں کا یہ منظر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں جو پیش کیا ہے اس کو یہ لوگ موڑ کے انبیاء اولیاء' مشائخ پر چسپاں کر کے مفہوم قرآن پر واردات کرتے ہیں اور انبیاء اولیاء کے بارے میں گستاخانہ کلمات اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں ۔حشر کے میدان میں شیخ مرید سے بیزاری کا اظہار کرے گا اور مرید شیخ سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔اس بیزاری کے خودساختہ اظہار کو آیت سے ثابت کیا جارہا ہے۔حالانکہ قرآن کریم کا مطلب یہ ہے کہ جب ساری سنگتیں ٹوٹ جائیں گی اس وقت بھی یہ بیعت اور عقیدت والا تعلق قائم رہے گا۔

اگر دنیا داروں اور دین والوں سے تعلق رکھنے کا اگر قیامت کے دن کوئی فرق نہیں ہوگا تو پھر کس دن فرق نکلے گا؟ اگر بادشاہوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں اور کسی اللہ کے محبّ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے تعلق کا فرق واضح نہیں ہوگا تو پھر یوم امتیاز کون سا ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ واضح کرے گا کہ میرے' میرے انبیاء اور نیک بندوں سے محبت اور تعلق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ' اس کے انبیاء اور اس کے اولیاء کرام سے دشمنی رکھنے والوں سے تعلق جوڑنے والے آپس میں ہی ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوں گے لیکن دوسری طرف جو اللہ تعالیٰ کیلئے آپس میں پیار محبت کا تعلق رکھتے ہوں گے ان کے تعلق کا قرآن مجید اعلان فرمارہا ہے:

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ۔

(پ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۶۷)

"گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار"

طاغوت اور بتوں کو ماننے والی پارٹی اور پارٹی ہے جو ایک دوسرے سے

بیزاری کا اظہار کرے گی۔ ماننے والے کہیں گے کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور وہ کہیں گے کہ ہم نے انہیں نہیں کہا تھا کہ ہماری پیروی کریں۔

اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کو ماننے والی پارٹی اور پارٹی ہے ان کا طاغوت اور بتوں کو ماننے والی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ جو بیزاری کا اظہار کریں گے، جو برأت کریں گے، ایک دوسرے سے نفرت کریں گے۔ وہ اور ہیں۔ دوسری طرف فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

(پ ۲۵، سورۃ الزخرف، آیت ۶۷)

اے مفہوم قرآن پر واردات کرنے والو! دیکھو تمہاری واردات کو خالق کائنات نے کس طرح بے نقاب کیا ہے۔ پہلی آیت کے رُخ کو نہ بدلو۔

ٹھیک ہے ساری سنگتیں ختم ہو جائیں گی، ساری دوستیوں کے پرکچھے اُڑ جائیں گے۔ ساری دوستیاں دشمنیوں میں بدل جائیں گے۔ لیکن:

اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ۔

جو متقی ہیں وہ اس دن بھی پیار کریں گے۔

"خالق کائنات جل جلالہ، کو جن لوگوں کا پیار خود مطلوب ہے انہیں معاذ اللہ بیزاری کا اظہار کرنے والوں میں شامل کیا جا رہا ہے۔ بیزاری کا اظہار ابوجہل کرے گا۔ عتبہ، شیبہ کرے گا۔ نمرود، فرعون اور انہیں جیسے دوسرے کریں گے مگر حشر کے میدان میں امام المرسلین، شفیع المذنبین، حامل لوائے حمد، صاحب مقام محمود حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیزاری کا اظہار نہیں فرمائیں گے۔ بلکہ فرمایا:

اَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۳۴)

''اے میرے امتیو! تمہارے چہرے چمک رہے ہوں گے''۔

سرکار کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا' آپ کو مقام محمود عطا ہوگا' آپ اپنی اُمت کو حوضِ کوثر کے جام پلائیں گے۔ آپ شفاعت کر کر کے اپنی امت کو بخشوائیں گے۔ انبیاء بھی اس دن آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ آپ حضرات دیکھیں آپ کے ساتھ جو تعلق ہے وہ ویسا تعلق نہیں جو بیزاری والا ہو بلکہ اس دن تو دونوں طرف سے محبت بڑھ گئی ہوگی۔ محبوب علیہ السلام انا لھا انا لھا فرما رہے ہوں گے اور دیوانے آج بھی کہتے ہیں:

؎ صبا وہ چلے کہ باغ پھلے کہ پھول کھلیں کہ دن ہوں بھلے
لواء کے تلے ثناء میں کُھلے رضاؔ کی زبان تمہارے لئے

سارے عظیم لوگ جن سے ہم محبت کرتے ہیں جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ وزبیر' حضرت سعد وسعید' رضی اللہ عنہم' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت غوث اعظم' حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ' حضرت مجدد الف ثانی' حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہم ...... یہ سارے عظیم لوگ ومقبول ہستیاں جن کو ہم مانتے ہیں اوران کے پیروکار ہیں۔ یہ سب آگے آگے جا رہے ہوں گے اور ہم ان کے پیچھے پیچھے جا رہے ہوں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ انداز کیا ہوگا؟

؎ نُور آنکھوں پہ تو چہروں پہ اُجالے ہوں گے
مصطفیٰ والوں کے انداز نرالے ہوں گے

یہ تو سارے خوش ہوں گے کہ ان کی وجہ سے ہمیں بھی نور ملا ہے ورنہ ہم اندھیروں میں ڈوب جاتے۔ ہمارا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔

آج دوستی کا قبلہ صحیح کرلو۔ ساری دوستیاں ختم ہو جائیں گی مگر یہ وہ دوستی ہے جس کا جھنڈا اس دن بھی لہراتا رہے گا۔

بلکہ بیہقی نے شعب الایمان میں یہ حدیث روایت کی ہے:

لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَآخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ

(شعب الایمان للبیہقی حدیث نمبر ۹۰۲۲، مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۷ کتاب الادب)

اگر دو بندے آپس میں اللہ کیلئے محبت کرتے ہوں۔ ایک ان میں سے مشرق میں ہو دوسرا مغرب میں ہو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اور فرمائے گا یہ ہے وہ جس سے تو میرے لئے پیار کرتا تھا۔

ہم بہت سی ذوات سے محبت کرتے ہیں جو اس وقت زمین پر موجود نہیں ہیں، جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے اور بہت سے وہ ہیں جو زندہ ہیں مگر دور رہتے ہیں، ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے مگر پیار ان سے اللہ تعالیٰ کیلئے کرتے ہیں۔ یہ تعلق خالق کائنات جل جلالہ، کو اتنا پسند ہے کہ حشر کے دن محبین اور محبوبوں کو جہاں کہیں بھی ہوں گے، اٹھا کے اکٹھا فرمادے گا اور ملاقات کروادے گا۔

اِدھر تو برأت اور بیزاری کا اظہار ہے:

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا۔ (پ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۶)

''جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے''

لیکن اُدھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ ۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب کا بابُ الحبِّ فِی اللہِ ومن اللہِ)

وہ دو بندے آپس میں محبت کرتے ہیں۔

فِی اللّٰہِ۔ اللہ کیلئے

آپس میں محبت ہے مگر اللہ کیلئے ہے۔

جیسی خالص مرید کی خالص پیر کے ساتھ ہوتی ہے۔

جیسی خالص شاگرد کی خالص استاد کے ساتھ ہوتی ہے۔

جیسی خالص عوام کی خالص مصلح اور مخلص رہبر کے ساتھ ہوتی ہے۔

آپس میں ان کا پیار مالی، مادی نہیں۔

مالی، مادی فوائد سے غبار آلود نہیں۔

ایک دوسرے کو ملتا ہے تو خدا یاد آتا ہے۔

محبوب علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَجَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔

اللہ دونوں کو قیامت کے دن جمع فرمادے گا۔

یہ خالق کائنات کی طرف سے اہتمام وانتظام ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ان کی آپس میں محبت کی وجہ سے۔

محبوب علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھ نہ سکے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھ نہ سکے

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھ نہ سکے۔

حضرت غوث اعظم، حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کو دیکھ نہ سکے۔

سرکار فرماتے ہیں اے محبو! اللہ تمہیں محبوبوں سے ملا دے گا۔

جانبین سے محبت یہاں بھی متحقق ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی بعد والے مخلصین سے محبت ہے اور بعد والے حضرات کی ان سے محبت ہے۔

اب دیکھئے، کتنا فرق نکلا۔

محشر میں سارے بکھر جائیں گے، کسی کے جمع ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا، کروڑوں انسان ہیں، اربوں لوگ ہیں لیکن وہ جن کا آپس میں محبت، عقیدت ارادت، الفت کا تعلق تھا اگرچہ دیکھ بھی نہ سکے ہوں گے۔ خالق کائنات ان کو جمع فرما دے گا اور جمع کر کے ایک بات فرمائے گا۔ حدیث میں ہے خالق کائنات فرمائے گا:

ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتَ تُحِبُّہٗ فِیَّ

یہ وہ ہے جس سے تو میرے لئے پیار کرتا تھا۔

یہ ہیں وہ نبی علیہ السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جن سے تو میرے لئے پیار کرتا تھا۔

حشر کا میدان یوم عید بن گیا کہ خالق کائنات نے محبین کو محبوبوں سے ملا دیا۔

فِیَّ یعنی اللہ کی وجہ سے اور کوئی تعلق نہیں تھا۔

ایسے لوگوں کی بات ماننے کا حکم بھی خود خدا تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (پ ۲۱، سورۃ لقمان، آیت ۱۵)

اور اس کی طرف چل جو میری طرف رجوع لایا۔

ایک تھا

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا۔ (پ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۱۶۶)

جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے

جن کی اتباع کی گئی وہ بھی بیزار ہوں گے اور اتباع کرنے والے بھی بیزار ہوں گے۔

وہ اتباع اور ہے جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ، کی اجازت کے بغیر ہے۔ اس اتباع کا تو اللہ تعالیٰ نے خود حکم فرمایا ہے۔

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ (پ۲۱، سورۃ لقمان، آیت ۱۵)

اور اس کی طرف چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اے میرے بندو میں تمہیں حکم دے رہا ہوں' ان کے پیچھے پیچھے چلو جو میری طرف رجوع کر چکے ہیں' جو میری طرف جھک چکے تھے' وہ میری بارگاہ میں پہنچے ہیں تمہیں بھی پہنچا دیں گے۔

محتشم سامعین حضرات! یہ دوسری آیت تھی جس کے ذریعے یہ لوگ مفہوم قرآن بدل کے واردات کرتے ہیں۔ پوری اُمت کا لٹریچر موجود ہے' کسی ایک مفسر' محدث' فقیہ کا وہ موقف نہیں ہے جو ان لوگوں نے آج پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ میرے سامنے درجنوں نہیں سینکڑوں حوالے موجود ہیں۔ میں شرح صدر سے سو فیصد یقین سے کہہ رہا ہوں کہ یہ ان لوگوں کا اپنا خود ساختہ مفہوم اور نظریہ ہے۔

قرآن وسنت کی آواز وہی ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا تھا۔

مثال نمبر۳: محتشم سامعین حضرات! پھر دیکھئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید برہانِ رشید میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کچھ الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ ان الفاظ کو یہ لوگ اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کیلئے پیش کرتے ہیں۔ ترجمہ کی بھی بہت سے مقامات پر غلطی کرتے ہیں لیکن مفہوم تو بہت زیادہ غلط پیش کرتے ہیں۔ یہ پیغمبر کے منصب کو تمام لوگوں کے برابر لانے کی مذموم کوششیں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید کا لفظ اُمّی ہے، عصیٰ ہے، غوٰی ہے اور ربنا ظلمنا ...... بیان کرتے ہوئے وہ منصب نبوت کو عام لیول پر لے آتے ہیں۔ میں یہ صرف چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرر ہا ہوں۔

اب دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔ (پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۲۱)

اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی۔ تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

اب اس آیت کا ترجمہ کرتے اور مفہوم بدلتے ہوئے وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، اس عصیٰ کی آڑ میں کہہ جاتے ہیں۔

حج کے موقع پر جو مولوی محمد جونا گڑی کا ترجمہ تقسیم کیا جارہا ہے۔ وہ ملاحظہ ہو۔

"آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی بس بہک گیا"

میں پہلے لغوی معنی بیان کرتا ہوں۔

عَصٰی ...... معصیت سے بنا ہے، عصیان سے بنا ہے۔

ہم ترجمہ کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی۔

یہ لغزش ہے کیونکہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔نَسِیَ، کہ وہ بھول گئے۔

نَسِیَ کا لفظ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بولا ہے تو پتہ لگ گیا کہ عصیٰ کا مطلب کیا ہے۔

عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ

ان سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی۔

اب عصیٰ کا معنی معصیت' عصیان اور گناہ لینا اور پھر یہ کہنا کہ اللہ کے پیغمبروں سے بھی یوں ہو جاتا ہے' وہ بھی یہ کر لیتے ہیں۔اس کے پیچھے مذموم مقصد یہ ہے کہ لوگ انہیں اپنے جیسا سمجھیں' انہیں عظیم نہ سمجھیں۔ جب خود غلطی کرتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے بھی تو یوں کر دیا تھا۔اس انداز میں تقابل کرتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں۔

عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ

محترم سامعین حضرات! اب میں قرآنِ مجید فرقان حمید کی ایک آیت پیش کر کے واضح کرتا ہوں کہ عصیٰ کا یہاں معنی وہ نہیں جو عرف عام میں ہم معصیت، عصیان اور گناہ سمجھتے ہیں۔اگر ہر جگہ عصیٰ کا معنی معصیت ہے تو پھر قرآن مجید کی آیت

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا

(پ ۲۹، سورۃ جن، آیت ۲۳)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانیں بے شک ان کیلئے جہنم کی آگ

ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

میں عصیٰ کا معنی کیا ہوگا؟

جو معصیت کرے گا اس کیلئے جہنم کی آگ ہے۔

اگر عصیان، معصیت والا معنی ہوتا تو پھر یہ آیت

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا

حضرت آدم علیہ السلام کو جہنم کی طرف منسوب کر دے گی۔

جبکہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مطلب یہ ہے کہ یہاں معمولی سی لغزش یا معمولی سی کمی مراد ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے اجتہاد کے اندر معمولی سی لغزش ہوگئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے عصیٰ سے تعبیر فرمایا اور دوسری آیت سے وضاحت فرمادی کہ اسے اپنے گناہوں جیسا نہ سمجھنا یہ تو محض ایک چھوٹی سی بھول ہے۔

آپ عاصی ہیں تو جو عاصی ہوتا ہے اس کی جزا قرآن مجید جہنم بیان کر رہا ہے۔ لہذا عام معصیت اور گناہ کا معنی مراد لینا غلط ہے۔

دوسری طرف غویٰ کا معنی گمراہ ہو گئے کیا جائے تو یہ بھی درست نہیں۔ غاوی کی سزا قرآنِ مجید میں جہنم لکھی ہے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ۔ (پ۱۹، سورۃ الشعراء آیت ۹۱)

اور ظاہر کی جائے گی دوزخ گمراہوں کیلئے

غاوین کیلئے تو جہنم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام جنتیں بانٹنے والے ہیں۔

مذکورہ دونوں آیات نے واضح کر دیا کہ عصیٰ اور غویٰ دونوں کا معنی اور ہیں۔ بریلی

شریف سے امام اہلسنت کی آواز گونجی

وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (پ۱۶، سورۃ طٰهٰ، آیت ۱۲۱)

اور آدم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ شاید اللہ تعالیٰ جل جلالہ، نے ہر ہر درخت سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایک معین درخت سے منع فرمایا، اسی نوع کے باقی دوسرے درختوں سے کھانا جائز ہے۔ اس کی وجہ سے جو مطلوب تھا اس کو نہ پا سکے۔ حقیقت میں تو ان کا اس طرح کا کوئی ارادہ یا خیال نہیں تھا۔ خالق کائنات نے فرمایا کہ وہ تلاش مطلوب میں نکلے تھے مگر مطلوب کو پانے میں منزل تک نہیں پہنچے، مطلوب پانے میں پیچھے رہ گئے نہ یہ کہ معاذ اللہ وہ گمراہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ، کی بارگاہ سے دور ہو گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سونا اور ریشم تھا۔ منبر پر بیٹھے تھے فرمایا:

هٰذَانِ حَرَامَانِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِىْ (قرطبی ۱/۱/۲۹۰)

یہ دونوں میری اُمت پر حرام ہیں۔

اب اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں جو میں نے ہاتھ میں پکڑے ہیں خاص یہ ہی حرام ہیں، اس نوع کی باقی ساری چیزیں جائز ہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا سارا سونا ریشم حرام ہے۔ یعنی مطلقاً جنس سونا اور جنس ریشم حرام ہے۔

صحیح مطلب دوسرا تھا لیکن

هٰذَانِ حَرَامَانِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ۔

سے چونکہ یہ مقصد بھی نکل سکتا تھا کہ جو زیور / ریشم میرے ہاتھ میں ہیں وہ حرام ہیں۔ باقی حرام نہیں۔

ایک فرد سے ممانعت ہوتی ہے اور ایک نوع سے ممانعت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ممانعت نوع سے کر رکھی تھی لیکن حضرت آدم علیہ السلام فرد کی سمجھ رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے معین درخت کو چھوڑ کر دوسرے درخت کا ارادہ کر لیا۔ خالق کائنات نے فرمایا:

عَصٰیٓ اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی

جو حقیقی مراد تھی وہ نہ پا سکے۔

اب اس کو سامنے رکھ کے معاذ اللہ ہر طرح کی قباحتیں ان کی طرف منسوب کی جائیں، یہ مقام نبوت کے خلاف بہت بڑی بغاوت اور سرکشی ہے۔ ان کے بارے میں الفاظ ایسے ضرور ہیں لیکن مطلب اور ہے۔ اب دیکھیں:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔ (پ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۲۳)

"اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا"۔

اب ظلم کا معنی وہ نہیں جو عام لوگوں کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

اگر وہ ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ کا اعلان ہے:

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ (پ ۱۲، سورۃ ھود، آیت ۱۸)

"ظالموں پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

اگر ظلم کی متعارف نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کرو گے تو لعنت کی نسبت آپ کی طرف آجائے گی اور یہ کتنی بڑی جسارت ہوگی۔

ظلمنا عربی زبان میں کسی کا حصہ کم کرنا ہے۔ یعنی ہمارا حصہ جو رب کے ہاں ہمارا تھا اس میں ہم کمی کر بیٹھے ہیں۔

اگر ظلم کا عرف عام کا معنی کیا جائے تو پھر ہر ظالم کہے گا۔ اگر ہم نے ظلم کیا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام بھی تو ظلم کر بیٹھے تھے اور یہ بہت بڑی گستاخی ہوگی۔

اگرچہ ظلم کا لفظ آیا ہے مگر:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (پ۱۲، سورۃ ھود، آیت ۱۸)

یہ آیت بتا رہی ہے کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا" کے مقام سے گزرو تو ہزار ادب سے گزرو۔ کبھی بھی اپنے ظلم کو ان کی بات کی طرف نہ لے جاؤ۔ اس واسطے کہ ان کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہے۔ ان سے لغزش سے ان کے اللہ کے ہاں حصے میں کمی ہوئی' نقصان ہوا اور انہوں نے اس کمی کا اس مقام پر بیان کیا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کا عام انسانوں سے جدا مقام و مرتبہ واضح کیا ہے۔

کسی کی یہ جرأت نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑے۔

فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (پ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۰۹)

تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا اللہ سے قیامت کے دن

کوئی کتنا بڑا تاجور کیوں نہ ہو' کتنا بڑا حکمران کیوں نہ ہو' اس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جھگڑ سکے' نہ قیامت کے دن نہ اس سے پہلے' لیکن یہی جھگڑا کرنا جو

اوروں کیلئے کتنا مذموم ہے۔ اللہ نے اپنوں کیلئے ثابت کردیا۔ کس طرح؟ فرمایا:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ (پ ۱۲، سورۃ ھود، آیت ۷۴، ۷۵)

پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی' ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا' بے شک ابراہیم تحمل والا' بہت آہیں کرنے والا' رجوع لانے والا ہے۔

فرشتے آئے ہوئے تھے۔ جس وقت فرشتوں نے یہ بتایا کہ ہم تو قوم لوط کو عذاب دینے کیلئے آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُجَادِلُنَا وہ ابراہیم ہم سے جھگڑا کرتا ہے۔

اے اللہ تو فرماتا ہے:

فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

کون اللہ سے جھگڑا کر سکتا ہے۔

یا اللہ! تو خود فرماتا ہے کہ کون کسی کے بارے میں مجھ سے جھگڑ سکتا ہے۔ تو نے تو اتنی سختی سے فرمایا ہے اور اِدھر خود فرماتا ہے:

يُجَادِلُنَا وہ ہم سے جھگرتے ہیں۔

فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں

اے اللہ! تو نے وہاں تو جھگڑنے کی نفی کردی تھی اور جھگڑنے والا تیری بارگاہ سے دھتکارا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں جھگڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اِبْرٰاھِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیْبٌ ۔(پ ۱۲، سورۃ ھود، آیت ۷۵)
میں ان کو جھگڑالو نہیں کہتا حلیم کہتا ہوں' آہیں بھرنے والا کہتا ہوں' میری طرف متوجہ رہنے والا کہتا ہوں۔

یجادلون یہاں بھی موجود ہے لیکن ساتھ ہی ان ابراھیم لحلیم بھی ہے یجادلون لفظ وہی ہے جس کی مذمت کی تھی مگر یہ مقام نبوت ہے۔

لوگو! اپنوں کے جھگڑوں کو جھگڑا نہ سمجھو' یہ جھگڑا بھی حکمتوں بھرا ہے۔

لوگو! ان کے جھگڑنے کو مقام نبوت کے خلاف نہ سمجھو' معمولی سا مقام و مرتبہ کم نہ سمجھنا لہذا فوراً تین صفتیں بیان فرمادیں۔

حَلِیْمٌ ...... یہ ابراہیم تو بڑا تحمل والا' حوصلے والا ہے۔

اَوَّاہٌ ...... یہ تو میری محبت میں بڑی آہیں بھرنے والا ہے۔

مُنِیْبٌ ...... یہ تو میری طرف رجوع کرنے والا ہے۔

چونکہ یہ میرے خلیل ہیں۔ یہ جھگڑتے ہیں پھر بھی میں ان کو حلیم کہتا ہوں۔

دیکھیں۔ قرآن مجید برہانِ رشید نے کتنا واضح فرق رکھا ہے۔ انبیاء کرام کو دیکھو تو اور طرح اور دوسروں کو دیکھو تو اور طرح۔ آج مفہوم پر واردات کرنے والے کیمپ کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ جہاں بھی ان کا منصب بیان کرے گا' دنیا ہو یا حشر کا میدان ہو۔ انہیں رنجیدہ' مایوس' مجبور قسم کے لوگ بنا کے پیش کرتے ہیں۔ حشر کے میدان کا جب نقشہ بیان کرتے ہیں تو بھی انبیاء و رسل علیہم السلام کا مقام اس طرح بیان کرتے ہیں حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حشر کے دن ان کو ساری گھبراہٹوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ وہ ہی نہیں ان کے ماننے والے بھی محفوظ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (پ ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۱۰۳)

انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ

وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُوْنَ

وہ اس دن اس فضا سے بالکل محفوظ رہیں گے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ○

''اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن زندہ اُٹھایا جائے گا''۔

جس ذات کو اللہ سلام کہہ رہا ہو انہیں ڈر کس طرح آسکتا ہے؟ وہ کانپ کس طرح سکتا ہے؟ انہیں اپنے انجام کے بارے میں تشویش کس طرح ہو سکتی ہے؟ وہ اور لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کانپ رہے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا سلام استقبال میں پیش کیا جارہا ہوگا۔

یہ بات یاد رکھیں کہ ایک ہے اللہ کے عذاب کا خوف اور ایک ہے اللہ کے رُعب وجلال کا خوف' ان لوگوں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے۔

حشر میں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ومرتبہ ہے ہی' یہ دنیا میں بھی سرکار کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں آخرت کا پتہ ہی نہیں تھا کہ معاذ اللہ میرے ساتھ کیا ہوگا؟ ظلم کیا ان لوگوں نے جنہوں نے انبیاء کرام کو اس طرح کا ڈرتا بنا دیا کہ معاذ اللہ انہیں حشر میں اپنے بارے میں پتہ نہیں ہوگا۔ وہ عذاب سے ڈرتے ہوں گے کہ اب ہمارا کیا بنتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی آیات نے واضح فرما دیا کہ پیغمبر حشر میں اُٹھیں گے تو انہیں عذاب کا کوئی خوف نہیں ہو گا ۔ بلکہ جن کی وہ شفاعت فرمائیں گے وہ بھی جنتی بن جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

اِرْفَعْ مُحَمَّدُ ...... محبوب سجدے سے سر تو اُٹھاؤ۔

قُلْ تُسْمَعْ ...... بات کیجئے بات سنی جائے گی۔

وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ...... سفارش کیجئے سفارش مانی جائے گی۔

سَلْ تُعْطَہْ ..... سوال کرو آپ کو جو مانگو گے دیا جائے گا۔

(بخاری رقم الحدیث ۷۴۴۰)

خالق کائنات جل جلالہٗ اس انداز میں ان مقدس نفوس سے گفتگو فرمائے گا۔ لیکن یہ لوگ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جس طرح یہ عام لوگ ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام نبوت کو واضح فرما دیا ۔ محبوب علیہ السلام تو لواء الحمد کے ساتھ مقام محمود پر ہوں گے ۔ سارے انبیاء کرام علیہم السلام بھی آنکھیں اُٹھا کے رشک سے دیکھ رہے ہوں گے ۔

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۔ (پ ۲۵، سورۃ زخرف، آیت ۸۶)

اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے' ہاں شفاعت کا اختیار انہیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں ۔

مشرک اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے ۔ قیامت کے دن شفاعت کے مالک نہیں ہوں گے مگر کچھ لوگ مالک بھی ہوں گے ۔

اِلاَّ مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ

جنہیں میں نے نبوت دی وہ شفاعت کے مالک ہوں گے۔

جنہیں میں نے اپنا قرب دیا ہے وہ شفاعت کے مالک ہوں گے۔

وہ اپنی جان پہچان والوں کو بھی جنت دے رہے ہوں گے۔

امام نسائی نے اپنی سنن میں "کتاب الایمان وشرائعہ" کے باب "زیادۃ الایمان" میں روایت کیا ہے۔

مَا مُجَادِلَةُ اَحَدِكُمْ فِی الْحَقِّ يَكُوْنُ لَهٗ فِی الدُّنْيَا بِاَشَدَّ مُجَادِلَةٍ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِرَبِّهِمْ فِیْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ اُدْخِلُوْا النَّارَ۔

تم میں سے کسی کا اپنے حق کے بارے میں جھگڑا اتنا سخت نہیں ہوگا جتنا مومن اپنے ان بھائیوں کے بارے میں کریں گے۔ جنہیں جہنم میں بھیج دیا گیا ہوگا۔

فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِخْوَانُنَا كَانُوْا يُصَلُّوْنَ مَعَنَا وَ يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَيَحُجُّوْنَ مَعَنَا فَاَدْخَلْتَهُمُ النَّارَ۔

کہیں گے اے اللہ ہمارے یہ بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے، ہمارے ساتھ حج کرتے تھے تو نے انہیں دوزخ میں داخل کر دیا ہے۔

فَيَقُوْلُ اذْهَبُوْا فَاَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ مِنْهُمْ قَالَ فَيَاْتُوْنَهُمْ فَيَعْرِفُوْنَ بِصُوَرِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ اَخَذَتْهُ النَّارُ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ اَخَذَتْهُ اِلٰی كَعْبَيْهِ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ.....الخ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جاؤ جنہیں تم پہچانتے ہو انہیں دوزخ سے نکال لو۔ وہ ان کے پاس آئیں گے پس انہیں ان شکلوں سے پہچان لیں گے۔ کسی کو آدھی پنڈلیوں تک آگ لگ چکی ہے کسی کو ٹخنوں تک لگی ہوگی۔ پس وہ انہیں جہنم سے نکال لیں گے۔

قُلْ لَا اَمْلِكُ والی آیت پڑھنے والو! اس مقام پر غور کرو۔

خالق کائنات نے تو ان کو جنت دینے کا وارث بنا دیا ہے۔

محتشم سامعین حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید برہانِ رشید میں اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیاء کرام کا جو مقام بیان کیا ہے آج قرآنِ مجید کی آیات کے مفہوم پر واردات کر کے ان کو اس مقام سے گرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

وہ قرآن جو مشرکین کو چیلنج کرتا ہے کہ اے مشرکو! جن کو تم پوجتے ہو وہ مکھی کا پر نہیں بنا سکتے۔ وہی قرآن اللہ کے پیغمبر کا پورا پرندہ بنانے کا اعلان کر رہا ہے۔

اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ۔

میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں۔

فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ بن جاتی ہے اللہ کے اذن سے

قرآنِ مجید نے ثابت کر دیا کہ وہ پارٹی اور ہے جو مکھی کا پر نہیں بنا سکتی اور یہ وہ ہیں کہ اللہ کے اذن سے پورا پرندہ بنا لیتے ہیں۔

اور حشر میں.......... فرمایا:

اِلَّا مَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ۔

ان کی مدد کتنی ہو گی اے مشرکو! تمہیں کل پتہ چل جائے گا کہ کن کے معاون کمزور تھے اور کن کے معاون زبردست تھے۔

فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا

(پ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۷۵)

تو اب جان لیں گے کہ کس کا بُرا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور

اے مشرکین! کل پتہ چل جائے گا۔ پہلے اسی آیت میں لکھا:

حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ۔

(سورہ مریم، آیت ۷۵)

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے وہ چیز جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے یا تو عذاب یا قیامت۔

جب ہمارا تمہارا بدر کے میدان میں یا حشر کے میدان میں ٹکراؤ ہوگا تو تمہیں یا تو دنیا میں عذاب ملے گا یا حشر کے میدان میں۔ آج بھی دو فوجیں ہیں، اُس وقت بھی دو ہوں گی۔ آج اِدھر میرے محبوب کے غلام اور فرشتے ہیں اور اُدھر مشرکو تم ہو۔ جنگ میں پتہ چل جائے گا کہ مددگار طاقتور کس کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مددگار بنائے ہی نہیں بلکہ ان کی طاقت پر فخر بھی فرمایا ہے۔

اے میرے محبوب! اعلان کر دو۔ مشرکو! تمہارا مددگار شیطان ہے اور میرے مومنوں کے ساتھ فرشتے ہیں۔

اللہ نے خود مددگار بنائے اور مشرکین اور مومنین کے مددگاروں کا مقابلہ بھی کروایا۔

مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۷۵)

کس کا بُرا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور

اضعف، ضعیف سے اسم تفضیل ہے۔

زیادہ کمزور کون ہے؟ مشرک کمزور ہیں یا مومن کمزور ہیں؟

جندا کے معنی اعوان، مددگاروں کے لحاظ سے

حشر کا میدان ہوگا۔ مومن کو ولی ہاتھ سے پکڑ کے جنت میں لے جا رہا ہوگا اور کافر کا شیطان خود بھاگ چکا ہوگا۔

اچھے مددگار کس کے ہیں خالق کائنات نے خود اس بات کو واضح فرمادیا:

فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا۔

(پ ۲۹، سورۃ الجن، آیت ۲۴)

اب جان جائیں گے کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی گنتی کم۔

یعنی ناصر کس کا اچھا ہے۔ جُند کس کا اچھا ہے۔ مددگار کس کا اچھا ہے۔

اصل میں مدد ساری اللہ کی ہے لیکن اگر اللہ کی طرف سے کوئی مددگار ہے تو وہ مددگار بھی اللہ کا ہی ہے۔ اللہ خود اس کی تعریف بھی فرما رہا ہے اور اس کی برتری بھی بیان فرما رہا ہے۔ کافر اپنے مددگاروں کے بارے میں بڑے اونچے اونچے خیال رکھتے تھے اور آج بھی وہ لوگ جو دوسرے کیمپ میں ہیں اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ شیطان بڑا طاقتور ہے۔

مشرق میں بیٹھے مغرب والوں کو گمراہ کر لیتا ہے اور ادھر ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی، ولی، غوث، ابدال مشرق میں بیٹھے مغرب والوں کو بچا لیتے ہیں۔

شیطان کی طاقت کا اعلان کرنے والو! وہ سارا شیطانی جُند ختم ہو جائے گا۔ اور رحمان کی طاقت والوں کا جھنڈا حشر میں بھی لہرا رہا ہوگا۔

اللہ نے اپنے مومنوں کے مددگاروں کا مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ دنیا میں

میدان جنگ ہو یا آخرت میں حشر کا میدان ہو۔ اور واضح فرمایا کہ جنہیں میں نے مدد کرنے کی طاقت دی ہے وہ کمزور نہیں سب سے زبردست ہیں۔

محتشم سامعین حضرات! آپ شاید کچھ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ دونوں نظریوں میں اتنا زیادہ فرق کیوں ہے۔ آخر وہ بھی تو قرآن پڑھتے ہیں۔ آپ کو تعجب ہے کہ ایک نوجوان ہے' داڑھی رکھی ہوئی ہے' ہاتھ میں قرآن ہے' متقی بنا ہوا ہے۔ نمازی' تہجد گزار ہے۔ درس قرآن وحدیث دیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ یہ شیطان کے کام کر رہا ہے اور قرآن مجید کے مفہوم پر واردات کر رہا ہے۔ دیکھیں۔ میں اس کے جواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو گواہیاں پیش کر رہا ہوں۔ دونوں بخاری شریف میں موجود ہیں۔

بخاری شریف کتاب اِسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّيْنَ کے باب قَتْلُ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ بَعْدَ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا

سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ

آخری زمانے میں ایک قوم نکلے گی' آئے گی۔

حُدَّاثُ الْاَسْنَانِ ....نوعمر

سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ

عقل کے کورے ہوں گے' بے وقوف ہوں گے۔

يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ -

وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان پیش کریں گے، سید المرسلین کی حدیثیں پیش کریں گے

لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ

ان کا ایمان حلق سے اوپر اوپر ہوگا۔

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ -

وہ اسلام سے یوں خالی نکلیں گے جیسے تیر شکار سے خالی نکلتا ہے۔

(بخاری ج ۲، ص ۷۵۶)

ان کا ماٹو کیا ہوگا؟

قرآن پڑھیں گے یا حدیث پڑھیں گے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔

يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ -

نعرے بڑے حسین ہوں گے۔

کہیں گے ہم صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں۔

ان کی یہ نشانیاں بیان کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رزلٹ بیان کیا۔ دیکھ لیجئے پہلے صورت حال کیا ہے؟

ہاتھ میں اللہ کا قرآن ہے لیکن اللہ کے محبوب علیہ السلام سے دل میں پیار نہیں۔ ہاتھ میں اللہ کا قرآن ہے لیکن اللہ کے اولیاء سے پیار نہیں۔

سرکار ﷺ رزلٹ کیا بیان فرماتے ہیں:

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ -

فرمایا: دین سے یوں خالی ہوں گے جیسے تیر جب شکار کو لگ کے باہر نکلتا ہے تو نہ

اس کے ساتھ گوشت ہوتا ہے نہ خون۔ بالکل خالی نکل جاتا ہے' ایسے ہی یہ لوگ دین سے خالی نکل جائیں گے۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے اور یہ عیسائیوں' یہودیوں' بُت پرستوں' مجوسیوں کی بات نہیں۔

یَقُوْلُوْنَ مِنْ خَیْرِ قَوْلِہِ الْبَرِیَّۃِ۔

بظاہر بڑے اللہ والے ہیں۔ ہاتھ میں قرآن ہے یا حدیث کی کتاب ہے لیکن دولت ایمان نہیں۔

بخاری شریف کے اسی باب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے:

اَسَمِعْتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

یَخْرُجُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔

اس اُمت میں سے ایک قوم آئے گی۔

کیسی ہوگی؟ فرمایا:

تَحْقِرُوْنَ صَلَاتَکُمْ مَعَ صَلَاتِھِمْ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ حُلُوْقَھُمْ اَوْحَنَاجِرَھُمْ۔

جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے۔ وہ قرآن کریم کو پڑھیں گے لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا یا ان کے نرخرے سے

اور ایک حدیث میں ہے:

تَحۡقِرُوۡنَ صَلَاتَکُمۡ مَعَ صَلَاتِہِمۡ وَ صِیَامَکُمۡ مَعَ صِیَامِہِمۡ وَ عَمَلَکُمۡ مَعَ عَمَلِہِمۡ۔

تم اپنی نماز ان کی نماز کے مقابلے میں حقیر جانو گے' تم اپنا روزہ ان کے روزہ کے مقابلہ میں حقیر جانو گے' تم اپنا عمل ان کے عمل کے مقابلے میں حقیر جانو گے دیکھیں:۔

یہ قوم کتنے چلّے کاٹ رہی ہے۔ کہاں کہاں جا رہی ہے۔ کتنے جہاد کیمپ لگا رہے ہیں۔ عبادت اتنی کہ دن رات عبادتیں' وظیفے' دعائیں' تلاوت کر رہے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تو فرشتے ہیں۔ درس قرآن ہو رہا ہے۔ درس حدیث ہو رہا ہے۔ یہ ہو رہا ہے' وہ ہو رہا ہے۔

میرے محبوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ صرف باتیں معیار حق نہیں ہیں۔

تَحۡقِرُوۡنَ صَلَاتَکُمۡ مَعَ صَلَاتِہِمۡ۔

تمہیں اپنی نمازیں ان کی نمازوں سے حقیر نظر آئیں گی۔

تَحۡقِرُوۡنَ صِیَامَکُمۡ مَعَ صِیَامِہِمۡ۔

تمہیں اپنے روزے ان کے روزوں سے حقیر نظر آئیں گے۔

وَعَمَلَکُمۡ مَعَ عَمَلِہِمۡ۔

اپنا عمل بھی تمہیں ان سے تھوڑا نظر آئے گا۔

کہو گے ہم تو دنیا دار ہیں۔ یہ بڑے دین دار ہیں۔

کس حد تک دین کا کام رہے ہیں۔ دین کے نام پر یہ کام کر رہے ہیں وہ کام کر رہے ہیں۔ یہ ساری چیزیں محبوب علیہ السلام کی آنکھوں سے چھپی ہوئی نہیں

تھیں۔قربان جائیں آپ کی نظر پر کہ کہاں کہاں تک دیکھ لیا تھا۔

؎ تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذہن کے فلک پر جو سوال چمکا تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک ان کے جواب تحریر کر چکی تھی

آج کوئی آدمی جب ان معاملات پر سوچتا ہے تو یہ باتیں اس کے سامنے آتی ہیں اور پھر وہ ایک پریشانی سی محسوس کرتا ہے۔

اے پریشان اُمتی! تیری اس پریشانی کو میرے محبوب علیہ السلام نے اس وقت محسوس کر لیا تھا اور ان تین چیزوں کا حوالہ دے کر:

نماز.........نماز کے مقابلے میں

روزہ.........روزہ کے مقابلے میں

اور عمل.........عمل کے مقابلے میں

لیکن رزلٹ کیا ہوگا؟

يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ (بخاری ۷۵۶/۲)

وہ قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ قرآن پڑھیں گے۔

قرآن ہاتھ میں ہوگا۔روزانہ قرآن سے توحید کا درس دیں گے۔توحید کی آیات پڑھ کے اللہ کے بندوں پر شرک کے تیر پھینکے جا رہے ہیں۔

میرے محبوب علیہ السلام نے اس شیطانی گروہ کی واردات کو آج سے

صدیوں پہلے بے نقاب کر دیا تھا۔

یَقرَؤُنَ القُرآنَ ۔

قرأت، تجوید، ترتیل، تفہیم و تدریس سب کچھ ہو رہا ہے۔

مگر محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُم ۔

یہ حلق سے اوپر اوپر ہے۔ نیچے نہیں اُتر رہا۔ اگر صحیح مطلب ہو تو پھر نیچے جائے، جب بات ہی غلط ہے پھر نیچے کس طرح جائے۔

ان کا حشر کیا ہو گا؟ ان کا نتیجہ کیا ہے؟

محبوب علیہ السلام نے فرمایا:

یَمرُقُونَ مِنَ الدِّینِ مُرُوقَ السَّھمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ ۔

وہ دین سے اس طرح خالی نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے۔

جب شکار کو تیر مارا جاتا ہے تو وہ بالکل خالی باہر نکلتا ہے اس کے ساتھ شکار کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ دین کی پوری چادر لپیٹ لینے والے اور دین کیلئے سب کچھ کرنے والے دین سے بالکل خالی ہاتھ نکل جائیں گے۔

کسی کے ہاتھ میں قرآن ہونا، اس کو معیار حق نہ سمجھا جائے۔

محض کسی کی ظاہری طور پر خوبصورت نماز، روزہ، عمل کو معیار حق نہ سمجھا جائے۔ یہ محض گلابی یا کلابی تقویٰ ہے۔ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ کتا بھی جب پیشاب کرتا ہے تو اپنی ٹانگ اُٹھا لیتا ہے۔

کیا اس کو چھینٹوں سے زیادہ خطرہ ہے اور اسے اپنے کتا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔ وہ

ٹانگ اُٹھا کے پیشاب کر رہا ہے' یہ ظاہری پرہیز اس نے بھی اختیار کر رکھی ہے۔ لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایسے ہی میرے محبوب علیہ السلام نے ان لوگوں کے جعلی تقویٰ کا پردہ چاک فرمادیا کہ جب تک ایمان صحیح نہ ہوگا ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔

مفہوم قرآن پر واردات کرنے والے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے دل نہیں جھکائیں گے' اس وقت تک قرآنِ مجید فرقانِ مجید کا صحیح فہم حاصل نہیں ہوسکتا۔

سرکار نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین سے یوں خالی نکلیں گے جیسے تیر شکار سے خالی نکلتا ہے۔ اے میری ملت کے سپوتو! میں نے آپ کے سامنے ان واردات کرنے والوں کی بہت سی وارداتوں کو پانچ قسطیں پیش کر کے بے نقاب کردیا ہے۔ ان کو سنیں' مطالعہ کریں۔ یاد کریں اور آگے پہنچائیں۔

خدا کی قسم! اگر ایک بندہ بھی آپ کی کوشش سے راہِ راست پر آ گیا تو یہ دنیا و مافیہا سے آپ کیلئے بہتر ہوگا۔ یہ آج کے دور کا بہت بڑا جہاد ہے۔ سو شہیدوں سے زیادہ ثواب کمانے والی بات ہے۔ اس لئے ان چیزوں کو پیش نظر رکھ کے اور سمجھ کے آگے پہنچائیں۔ جہاں کہیں کوئی شخص اس پر کوئی اعتراض کرے میں جواب کا ذمہ دار ہوں۔ میں اپنی ہر بات کو اللہ کے فضل و کرم سے قرآن وحدیث سے ثابت کروں گا اب آگے پہنچانا آپ کا کام ہے۔ یہ ایک امانت ہے۔

مسلک اہلسنّت حرا کا نور ہے' صفہ کا سرور ہے' یہ خاک حجاز کا پیغام ہے۔ یہ میرے محبوب علیہ السلام اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قربانیوں کا سبق ہے۔ یہ کربلا کی اُٹھتی ہوئی دُھول کا پیغام ہے۔ کائنات کی ساری صداقتوں کا

سبق ہے۔ میں نے جو کچھ پیش کیا یہ اپنی طرف سے نہیں گڑھا بلکہ بالواسطہ صحابہ سے حاصل کیا ہے۔ یہ کائنات کی صداقتیں ہیں اس واسطے میرا یہ پیغام ہے۔

ے یہ زمین بھی سُنی ہے وہ آسمان بھی سُنی ہے
جلوۂ خورشید سنی ، کہکشاں بھی سنی ہے
قطرۂ شبنم سنی ، باغبان بھی سنی ہے
لفظ کی تاثیر سنی ، داستان بھی سنی ہے
مایۂ ملت بھی سنی ، نگہباں بھی سنی ہے
اہلسنّت کے جیالو! باندھ لو اگر تم کمر
نظر آئے گا تمہیں سارا جہاں ہی سنی ہے

کتنے دُکھ کی بات ہے کہ ان واردات کرنے والوں نے پیٹروڈالر کے زور پر اندھیرے کو سویرا بنا کر پیش کرنا شروع کیا ہوا ہے۔ ایمان کا ایک جذبہ ان ڈالروں کے مقابلے میں کافی ہے۔ اُٹھو اور اپنے مسلک کا پیغام عام کردو۔ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ اللہ نے اپنی راہ کو جن لوگوں کے نام لگایا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔

انہیں اللہ کا غیر اور مخالف ثابت کیا جارہا ہے۔

صراط مستقیم کو اللہ نے صراط اللہ نہیں کہا، ان بندوں کا راستہ کہا ہے۔

جن کے راستے کو اللہ اپنا راستہ فرمائے یہ دن رات قرآن مجید کی آیات کے مفہوم کو بدل بدل کر ان کے خلاف سرکشی کررہے ہیں۔ لوگوں کو قرآن مجید کی آیات پڑھ پڑھ کے گمراہ کیا جارہا ہے۔

اسلام کے مرکز حجاز شریف میں باطل عقیدے والے حکمران مسلط ہیں۔ ان کی نحوست کی وجہ سے سارے عالم اسلام میں انتشار پھیل رہا ہے۔ یہ حج کے موقع پر نفرتوں کے بیج بوتے ہیں۔ جو قرآن مجید خادم الحرمین فہد کی طرف سے حاجیوں کو دیا جا رہا ہے۔ میں نے اس کے بہت سے مقامات کو دیکھا جہاں انہوں نے اللہ والوں کو بُت قرار دیا ہے۔ ایسا خادم الحرمین نہیں خائن الحرمین ہوتا ہے۔ وہ حرمین کے پیغام میں خیانت کر رہا ہے۔ اس لئے بیدار رہ کر ان ایمان کے چوروں سے اپنے ایمان کو بچاؤ۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں وہاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ آزمائش اور ابتلاء کا دور ہے۔ ہوشیار ہو کر رہیے اور ان ایمان کے لٹیروں سے اپنے ایمان کو محفوظ رکھیے اور اس پیغام کو آگے پہنچایئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الرَّبِ الْعَالَمِیْنَ

☆☆==================☆☆

آفتاب علم غروب ہوا

رنج کتنا بھی کریں انکا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کے آنے والے
اب کوئی شکل نہ پرچھائیں نہ آواز کوئی
خواب ہی ہو گئے تعبیر بتانے والے

۲۱ فروری اتوار کو بندہ ناچیز جب جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور میں اسباق سے فارغ ہوا۔ تو بخار کی وجہ سے طبیعت پر گرانی سی محسوس ہو رہی تھی چنانچہ میں نے کمرہ کا دروازہ بند کیا اور نماز ظہر تک آرام کرنے کا ارادہ کیا اتنے میں دروازے پر کسی نے دستک دی بندہ نے دروازہ کھولا تو مفتی محمد اشرف صاحب نقشبندی کا ایک شاگرد کھڑا تھا۔ وہ ایک ایسی خبر دینے آیا تھا جو ہر دردمند دل کو نڈھال کر دینے والی تھی کہنے لگا کہ حضرت علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یکسر سوچ نے پلٹا کھایا، خیالات ماضی کی طرف لپکے غم والم کے سائے پھیلنے لگے۔ نصف النہار میں غروب آفتاب کی خبر یقیناً بڑی وحشت ناک تھی۔

اس عالم امکان میں کاروان وجود کے راہیوں کو یقیناً ایک دن راہ عدم پے چلنا پڑتا ہے' روزانہ ہی ہجر و فراق کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لیکن ہر کسی کی جدائی کی نوعیت اور انداز جدا ہوتا ہے۔ کسی کی جدائی کا غم اپنے افراد خانہ کو نڈھال کرتا ہے تو کسی کا فراق اہل محلہ یا اہل شہر محسوس کرتے ہیں لیکن کچھ جدا ہونے والوں کے وجود سے پورے کارواں کی محبتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ جب وہ عالم وجود سے رحلت کرتے ہیں تو پورے کارواں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سانحہ ارتحال ضمیر انسانی میں سرایت کر جانے والا ایک صدمہ ہے۔ کسی شخصیت کے دائرہ مقبولیت کی وسعت اور اسکے آثار حیات کو اسی معیار سے پرکھا جاسکتا ہے۔ کہ اس کی ولادت پر خوشی کی لہر کا حدود اربعہ کیا تھا اور پھر غم وصال کا دائرہ کیا ہے۔ ولادت پے خوشی ایک تعلق

رکھنے والے چند افراد کو تھی لیکن آج قبلہ استاد محترم کی وفات سے ایک جہاں افسردہ ہے۔

آج مسند تدریس افسردہ ہے اس کی زینت نہ رہی ہے۔

آج انداز تدریس افسردہ ہے۔اس کا جوبن نہ رہا ہے۔

آج علمی میدان نوحہ کناں ہے کہ اس کا شاہ سوار نہ رہا۔

اقلیم منطق بے چین ہے کہ اس کا تاجدار نہ رہا۔آج درس نظامی کو صدمہ ہے کہ اس کا علمبردار نہ رہا

آج خیر آبادی سلسلہ پے سکتہ ہے کہ اس کا عظیم سپوت نہ رہا۔

آج دانش کدے غم کی چادر اوڑھے ہیں آج درسگاہیں اشک باری کر رہی ہیں

آج مدرس کی آنکھ بھی نمناک ہے آج مفتی بھی سراپا غم ہے۔آج شیخ الحدیث بھی پھوٹ پھوٹ کے رو رہا ہے۔عجب عالم طاری ہے۔اور کوئی عجیب نہیں ایسے نفوس کے لئے فضا کا جگنو بھی تڑپتا ہے اور پانی کی مچھلی بھی' عرش عظیم پے بھی ہلچل ہوتی ہے اور چیونٹیوں کے سوراخوں میں بھی صف ماتم بچھتی ہے۔

تقریبا ساڑھے تین بجے رات کا وقت ہوگا۔جب ہماری بس کٹھے والی پہاڑی پر رینگتی ہوئی اوپر چڑھ رہی تھی مولانا ارشاد احمد جلالی میرے ساتھ والی سیٹ پر تھے میرے آگے مفتی محمد اشرف صاحب نقشبندی بیٹھے تھے نو دس طالب علم بھی ساتھ تھے حضرت کی نماز جنازہ میں شریک ہونا تھا کچھ دوست سو چکے تھے میری آنکھ شیشے سے دور دراز تک جھانک رہی تھی فضا میں تیرتی ہوئی نگاہ کبھی ان ڈھلوانوں میں جلنے والے قمقموں کو دیکھتی جنہیں ہم نیچے چھوڑ آئے تھے اور کبھی پہاڑوں کی بلند و بالا چوٹیوں کی طرف اٹھتی۔اب دل کی دھڑکنیں پہلے سے تیز ہو رہی تھی۔قبلہ استاد گرامی کے دیس کے قرب کا احساس بڑھتا جا رہا تھا خیال بار بار سنگلاخ چٹانوں سے کہہ رہا تھا کہ تجھ میں کیسے در شہوار نے جنم لیا۔

اب آنکھوں سے بہنے والے آنسو داڑھی کو تر کرتے جا رہے تھے۔بار بار یہ خیال آتا کہ قبلہ استاد محترم بتایا کرتے تھے کہ جب میرا پہلا بیٹا فدا محمد فوت ہوا تھا تو گولڑہ شریف سے میرے حضرت صاحب تشریف لائے رات کو پہاڑیوں میں راستہ نہیں ملتا تھا تو ان کے ساتھیوں نے اذانیں پڑھیں' خیال آتا کہ آج ہم اس خاموش پہاڑی سلسلے کو عبور کرتے ہوئے حضرت کے دیہات کے اسی راستے میں ہیں کبھی یہ خیال آتا کہ پہلے جب ان راہوں سے گذر کر حضرت کی

بارگاہ میں حاضری ہوتی تو آپ پوچھتے تھے کس راستے سے آئے ہو کیسے آئے ہو کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی آج کون پوچھے گا۔

ہمارے ساتھ حضرت استاذ محترم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسہ قاری محمد بشیر صاحب بھی تھے جو داروغہ والا میں ایک مسجد میں امام ہیں ہم پانچ بجے یدھر اترے اور تقریبا ایک گھنٹہ چلنے کے بعد ڈھوک دھمن حضرت کے گاؤں میں پہنچے اور نماز فجر ادا کی۔ آج اس اجڑے دیار میں کچھ اور ہی کیفیت ہے۔ ہوا ٹھنڈی تو ہے ہی مگر دکھی بھی ہے رات کا اندھیرا جا تو رہا ہے مگر بادل نخواستہ شاید جنازہ میں وہ بھی شرکت چاہتا ہے بہر حال سورج کی کرنیں تو آخری دیدار کے لئے پہنچ آئی ہیں۔ پچاس سال تک اس چراغ علم وحکمت سے نکہت ونور پانے والے پروانے بھی دور دور سے آرہے ہیں۔ آخری آرام گاہ تیار ہو رہی ہے۔ سرزمین دھمن تو نے بالاخر اپنی امانت واپس لے ہی لی' اے زمین تو کتنی عظیم ہے۔ تیرے سپوت نے سینکڑوں ذھن منور کیے' ہزاروں دلوں میں اجالا کیا۔

ہزاوں آنکھوں کو دیکھنا سکھایا۔ ہزاروں زبانوں کو بولنا سکھایا' کہاں کہاں تک اس کی تجلی نہ گئی کدھر کدھر اسکا فیض نہ پہنچا' میں قبر شریف کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا وقفے وقفے کے بعد جھانک کے دیکھتا اور خیال کرتا کہ وہ ہمالہ علم اتنی سی جگہ میں کیسے سمائے گا میں نے بار بار اس گڑھے کو دیکھا جسے تھوڑی دیر بعد روضہ من ریاض الجنتہ بن جانا تھا۔ دل خاک تربت سے مخاطب تھا کہ اے خاک مزار تجھ میں وہ آنے والے ہیں جن کی یاد دلوں میں باقی ہے۔ جن کے افکار کئی ذھنوں میں محفوظ ہیں' جن کے معارف کئی سینوں کی سوغات ہیں' جن کا انداز ان کے شاگرد اپنائے ہوئے ہیں۔ جن کی بہت سے امانتیں ہمارے پاس ہیں آج وہ خود تیری امانت بن کے آرھے ہیں۔

اب بھیڑ ہے جم غفیر ہے علماء بھی ہیں عوام بھی' فضلاء بھی ہیں خطبا بھی۔ مشائخ بھی ہیں مریدین بھی۔ حضرت کو غسل دے دیا گیا اوہ اچانک ایک شور سا اٹھتا ہے۔ حضرت کی چارپائی باہر لائی جا رہی ہے۔ حضرت آج اپنے پہلے گھر کو چھوڑ رہے ہیں۔ یہ نہ پوچھو افراد خانہ کا غم کیسا ہے' یہ نہ پوچھو آج بھائی فدا حسن پے کیا بیت رہی ہے۔

ذرا کان لگا کر دھلیز خانہ کا نالہ تو سنو۔ حضرت کے بند دار المطالعہ کی آہیں کیسی دل دوز ہیں۔ ایک

ایک اینٹ کی چیخ وپکار دل ہلا دینے والی ہے۔ بیٹھک کے رونگٹے کھڑے ہیں، مسجد کی حالت بھی عجیب ہے۔ لو دیکھو چار پائی باہر آئی ہے۔ جگر ہلا دینے والی آہیں ہیں۔ فدا حسن تم اکیلے ہی نہیں ہم بھی ایسے ہی ہیں یہ سایہ صرف تمہارے سر ہی سے ہی نہیں ہمارے سر سے بھی اٹھ گیا ہے سارے اہلسنت تمہارے ساتھ غم میں برابر شریک ہیں۔ اب ہر کندھا چار پائی کے نیچے آنا چاہتا تھا۔ ہر ہاتھ چار پائی سے مس کرنے کے لئے تڑپ رہا تھا اور ہر آنکھ دیدار کی ایک جھلک کے لئے بے تاب تھی۔

ایک نورانی چہرہ ہے، سفید داڑھی ہے، حسن محو تبسم ہے، چہرے پے پارسائی کا پہرہ ہے۔ نصف صدی کی تدریس آج کے چاند کا ہالہ ہے۔ ۸۳ سالہ زندگی کا روشن کردار بھی ساتھ ساتھ ہے۔ ایک نسبی بیٹا ہے، ہزاروں نسبت روحانی کے بیٹے ہیں۔ سب چہرے کی زیارت چاہتے ہیں۔

مسجد کے میناروں نے تو اوپر سے دیکھ لیا دائیں بائیں کے کہساروں کی بلندی بھی آج ان کے کام آگئی۔ ہم کافی اپنے سروں کو اونچا کر رہے ہیں مگر ابھی نہیں.... بالآخر دھکوں کے بھنور سے گذرتا ہوا میں بھی قریب جا پہنچتا ہوں۔ آنکھیں چہرے تک پہنچتی ہیں تو ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

ایک آنکھیں چہرے پے جمنے کی کوشش کرتی ہیں مگر قدم زمیں پے نہیں جمتے۔ پھر میں مزید آگے بڑھتا ہوں میرا ہاتھ چار پائی کو جا لگتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا ورد ہو رہا ہے کچھ دیر تک چار پائی کے ساتھ چلنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ درمیان میں ایسا موقعہ بھی ملتا ہے۔ اپنا ہاتھ حضرت کی مبارک داڑھی سے مس کرتا ہوں۔ اور گلاب کے پھول کی کلی چہرے سے لگا کر اٹھا لیتا ہے۔

اب عوام وخواص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، عوام سے زیادہ خواص نظر آرہے تھے حضرت کی

نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے صفیں بنائی جانے لگیں۔اب کتاب ماضی کا اور ورق کھل کر میرے سامنے آ گیا جس نے احساس غم کو اور بڑھا دیا یہ ورق ۱۸ نومبر ۱۹۸۵ کا تھا جب میرے مرشد دل جنید زمان امام العرفا حافظ الحدیث حضرت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا سفر آخرت ہوا تھا۔وہ لمحے بھی بڑے درد والم کے تھے۔

اب صفیں بن گئی ہیں حضرت خواجہ حمید الدین صاحب سیالوی اپنے استاد گرامی کا جنازہ پڑھانے والے ہیں۔آج اس جنازے میں شرکت کرنے والوں کے مقدر بھی بڑے نرالے ہیں۔ایک جہاں کے استاد کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا یقیناً کفارہ سیآت بن جائے گا۔

حضرت بندیالوی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کا جنازہ پڑھا جاتا ہے۔قلب سے مزید دعائیں مانگی جارہی ہیں پھر زیارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اس کے بعد آپ کا جسد اطہر پروانوں کے ہجوم میں جائے مزار پہ لایا جاتا ہے۔قصیدہ بردہ کے اشعار پڑھے جارہے ہیں۔حضرت کا جسد اطہر چارپائی سے تابوت میں منتقل کیا جاتا ہے۔

صاحبزادہ فدا حسن۔اور مولانا نذر حسین صاحب ساتھ ساتھ ہیں اب صندوق بند کر دیا گیا ہے۔لو اب عرصہ دیدار ختم ہو گیا۔جن کے چہرہ انور کے سامنے تین سال مسلسل حاضری رہی پھر گاہے بگاہے زیارت کا سلسلہ رہا۔پچاس سے زائد مرتبہ جن کی خواب میں زیارت ہوئی اب صرف یہی خواب والا رابطہ ہی باقی رہ گیا۔

لو اب تابوت شریف زمین میں اتار دیا گیا ہے۔سوز و گداز اور سسکیوں کی کیفیت میں قبر پر پتھر کے سلیب رکھے جارہے ہیں۔پھر مٹی ڈالنا شروع کی جاتی فرمان الہی۔

منہا خلقنا کم وفیہا نعید کم یاد آرہا ہے۔

احساس ایک بار خاک مرقد سے مخاطب ہوتا ہے۔

اے خاک مزار جو تجھ میں جلوہ گر ہوئے ٹھیک ہے کہ خاکی انسان ہیں۔

مگر یہ ایک عام انسان نہیں۔محدث بھی تھے مفسر بھی، فقیہ بھی تھے متکلم بھی، محقق تھے مدقق بھی، مفتی بھی مدرس بھی، مصلح بھی تھے مبلغ بھی، مفکر بھی تھے مصنف بھی، عالم بھی تھے عامل بھی۔

اے خاک مزار ہم نے تجھے سروں کا سایہ دیا اے خاک مزار ہم نے تجھے جوہر گراں مایہ دیا۔ اے خاک تو ان کے لئے حشر تک رحمتوں کا سایہ بنی رہے۔

اے استاذ محترم۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

اللّٰھم ان استاذنا عطا محمد فی ذمتک وحبل جوارک فقه من فتنة القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق ۔ اللّٰھم اغفر له وارحمه انک انت الغفور الرحیم ۔

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

پی ایچ ڈی
بغداد یونیورسٹی

کی دیگر مطبوعات

مقتدی فاتحہ کیوں پڑھے؟

صلوٰۃ وسلام پر اعتراض آخر کیوں؟

سرکار غوث اعظم اور آپ کا آستانہ

فقہ حنفی پر چند اعتراضات کے جوابات

ایک نو مسلم کے سوالات کے جوابات

امام اعظم ابو حنیفہ بحیثیت بانی فقہ

مناظر کائنات حسن رسول اللہ ﷺ اور حدائق بخشش

جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابہ کرام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علمی ذوق

توحید باری تعالیٰ

میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

فحش گانوں کا عذاب

مقالات و رسائل

مفہوم قرآن بدلنے کی واردات

مکتبہ جمالِ کرم
9۔ مرکز الاویس، دربار مارکیٹ لاہور
Ph: 042-7324948
Mob: 0300-4205906